

فیصل شہزاد کا نیا کارنامہ
اُلٹی چال
9748

فیصل شہزاد اور ڈریکولا کا نیا جاسوسی کارنامہ

اُلٹی چال

منظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ------ اشرف قریشی
------ یوسف قریشی
پرنٹر ------ محمد یونس
طابع ------ ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------ 12/- روپے



آپ سے باتیں

پیارے بچو! فیصل شہزاد سیریز کی کتابیں آپ پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اور آپ کے خطوط مجھے اکثر ملتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن ہر خط کا براہ راست جواب دینا میرے لئے باوجود کوشش کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کیوں نہ کتاب کے ذریعے ہی آپ سے براہ راست بات چیت کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ اس کتاب سے اس سلسلہ کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا ہے۔ آپ کو میری کتابیں کیسی لگتی ہیں۔ ان میں کیا کیا خامیاں آپ کو محسوس ہوتی ہیں۔ یا آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے خطوط میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا کریں۔ تاکہ اس سیریز کو آپ کی مرضی کے مطابق لکھا جا سکے۔ اور آئندہ اس سیریز کی ہر کتاب میں آپ کے بھیجے ہوئے خطوط میں سے ایک منتخب خط شائع کیا جائے گا اور میں اس کا جواب بھی دوں گا۔ اور ساتھ ہی

کہ جس کا خط شائع ہوگا۔ اُسے میری دستخط شدہ ایک کتاب بھی ادارہ کی طرف سے ارسال کی جائے گی۔ چنانچہ مجھے آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔

والسّلام

مخلص

مظہر کلیم ایم اے

پولیس کے سائرنوں کی آوازیں سنتے ہی شہریار نے اپنے آدمیوں کو عمارت سے نکل بھاگنے کا سگنل دے دیا۔ اور پھر رضا کاشانی کے منع کرنے کے باوجود وہ وہاں نہ رکا اور چار دیواری کراس کر کے وہ تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔ مختلف گلیاں کراس کرنے کے بعد وہ ایک اور سڑک پر آگیا یہ سڑک چونکہ آگے جا کر ایک زرعی فارم میں ختم ہو جاتی تھی اس لئے اس سڑک پر کوئی ٹریفک نہ تھی شہریار ایک گھنے درخت کے نیچے پہنچ

کر رک گیا اور پھر جیب سے ایک پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے اس کا بٹن آن کیا۔ دوسرے لمحے ایک آواز ابھری۔

"یس باچانی سپیکنگ اوور"۔

"شہریار بول رہا ہوں۔ باچانی! کیا پوزیشن ہے اوور" ؟ شہریار نے جواب دیا۔

"باس! پولیس کی بے پناہ نفری نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ پولیس کی قیادت ہاشم سبائی کر رہا ہے۔ ہمارے تمام آدمی نکل جانے میں کامیاب ہوگئے ہیں اوور"۔ باچانی نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ہاشم سبائی پولیس ریڈ کی قیادت کر رہا ہے۔ یہ تو بہت برا ہوا اوور" شہریار کے لہجے میں بے پناہ تشویش تھی۔

"کیوں باس! کیا ہاشم سبائی غلط آدمی ہے اوور" ؟ باچانی نے شہریار کی تشویش کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! وہ ہمارے چیف باس رضا کاشانی کا سخت ترین دشمن ہے۔ ایسی پوزیشن میں وہ ہر قیمت پر چیف باس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا اوور"۔ شہریار نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس بے پناہ فائرنگ اور تباہی سے فائدہ اٹھا جائے اور چیف باس کو بھی اس چکر میں الجھا کر نقصان پہنچا دے اوور"۔ باچانی کے لہجے میں بھی تشویش کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"تم اس وقت کہاں موجود ہو اوور" ؟ شہریار نے پوچھا۔

"میں اس عمارت کے قریب ہی ایک گلی میں موجود ہوں اوور"۔ باچانی نے جواب دیا۔

"اچھا! تم عمارت کے مین گیٹ کی طرف آجاؤ۔ میں واپس آ رہا ہوں۔ وہاں پہنچ کر صورت حال دیکھ کر کوئی اقدام کریں گے اوور"۔ شہریار نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس آ جائیں اوور"۔ با
نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔ شہریار نے کہا اور
اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے
جیب میں ڈالا اور پھر تیزی سے واپ
عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ کافی
رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا تاکہ جلد از
اس عمارت تک پہنچ سکے۔ ہاشم سبا
کا نام سنتے ہی اس کے ذہن میں خطر
کی پرچھائیاں ابھر آئی تھیں۔ اسے ہاشم سبا
کی پے در پے شکستیں یاد آ رہی تھیں
جو اس نے مختلف کیسز میں رضا کاشا
کے ہاتھوں اٹھائی تھیں اور اسے یہ بھی
علم تھا کہ ہاشم سبائی کئی بار کھلے الفاظ
میں اس بات کا اظہار کر چکا تھا کہ جب
بھی اسے موقع ملے گا وہ رضا کاشانی کو
قتل کر دے گا اور شہریار کے خیال میں
ہاشم سبائی کے ہاتھ اس کے مقصد کے لئے
یہ اب سے اچھا موقع تھا۔ گو رضا کاشانی

نے اسے بتایا تھا کہ اس کے پاس ایسے
کارڈ ہیں جن کی موجودگی میں پولیس بھی ان
کے تابع ہے۔ لیکن وہ ہاشم سبائی کی فطرت
کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسے موقعوں پر
وہ قانون کی سرحدیں بھی پار کر جاتا تھا۔

یہی سوچتا ہوا وہ عمارت کے مین گیٹ
کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں بے پناہ ہجوم اکٹھا تھا
چاروں طرف پولیس کی گاڑیاں موجود تھیں اور
عمارت کے اندر اور باہر پولیس ہی پولیس نظر
آ رہی تھی۔ کئی ایمبولینس گاڑیاں بھی اِدھر اُدھر
کھڑی نظر آ رہی تھیں۔

اور پھر باچانی نے شائد اسے دیکھ لیا
تھا کیونکہ جیسے ہی وہ وہاں پہنچا، باچانی اس
کے قریب پہنچ گیا۔

"باس آپ آ گئے ہیں"۔ باچانی نے سرگوشیانہ
لہجے میں کہا۔

"اوہ باچانی! ہمیں کسی طرح اندر پہنچنا
چاہیئے۔ ہاشم سبائی اندر ہے اور میری چھٹی حس
کہہ رہی ہے کہ چیف باس شدید خطرے

میں ہے۔" شہریار نے بھی سرگوشیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر ہر طرف تو پولیس بکھری ہوئی ہے ہم اندر کیسے جا سکتے ہیں۔" باچانی نے جواب دیا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے ہجوم سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

"ایسا کرو کہ اپنے قد و قامت کے کسی پولیس کے سپاہی کو منتخب کرو اور اسے کسی طرح عقبی گلی میں لے جاؤ اور وہاں اسے بیہوش کر کے اس کی یونیفارم پہن لو۔ میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ اندر جانے کی صرف ایک یہی صورت ہے۔" شہریار نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب! باس آپ نے بڑی اچھی تجویز بتائی ہے۔" باچانی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سنو! پولیس یونیفارم میں تم مجھے اس گیٹ کے دائیں طرف ملنا۔ ہم میں سے جو پہلے پہنچ جائے وہ وہاں انتظار کرے گا۔ اندر

ہم دونوں اکٹھے ہی اندر جائیں گے۔" شہریار نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور باچانی سر ہلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

باچانی کے جانے کے بعد شہریار بھی تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ ایک گلی میں گھس کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمارت کے عقب میں پہنچ گیا وہاں بھی پولیس کے افراد موجود تھے اور پھر اسے ایک کونے میں کھڑا ہوا ایک پولیس افسر نظر آ گیا جس کا قد و قامت بالکل شہریار کی طرح کا تھا۔ شہریار تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"سر سر! جلدی آئیے! مجھے شبہ ہے کہ ایک آدمی ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔" شہریار نے اس کے قریب پہنچ کر بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک طرف اگی ہوئی بڑی بڑی جھاڑیوں کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

"کہاں کہاں؟ ایک ہی آدمی ہے۔" پولیس

آفیسر نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ
سائیڈ ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے تیزی
سے ان جھاڑیوں کی طرف بھاگتا چلا گیا۔
مجرم کو پکڑنے اور اپنی کارکردگی دکھانے کے
شوق میں اُسے یہ خیال بھی نہیں رہا کہ
اتنے بڑے ہنگامے کے بعد مجرم کا یہاں
چھپ کر بیٹھے رہنے کی کوئی تُک ہی
نہ تھی۔ شہریار اس کے پیچھے تھا۔

اور پھر جب پولیس آفیسر ان جھاڑیوں
کے قریب پہنچا، اور شہریار نے محسوس کیا
کہ اب انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو اس
کا ہاتھ بلند ہوا اور پھر اُس کی کھڑی
ہتھیلی کا وار پوری قوت سے آگے جانے
والے پولیس آفیسر کی گردن کی پشت پر
پڑا اور پولیس آفیسر جھٹکا کھا کر منہ کے
بل جھاڑیوں کے اندر جا گرا۔ اس نے
اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن شہریار پہلے سے
ہی ہوشیار تھا۔ اس نے انتہائی تیزی سے
کھڑی ہتھیلی کا دوسرا وار پوری قوت سے اس

کی کنپٹی پر کیا اور پولیس آفیسر کے
ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ شہریار
نے اس کی نبض پکڑی اور اُس کی
بیہوشی کا اندازہ کرنے لگا۔ نبض کی رفتار
سے اُسے یہ اندازہ ہو گیا کہ پولیس آفیسر
مزید دو گھنٹوں تک ہوش میں نہیں آسکتا۔
چنانچہ اس نے بڑی پھرتی سے اُس کی
یونیفارم اتاری اور پھر اپنے چُست لباس
کے اوپر ہی یونیفارم پہن لی۔ پھر ایک
طرف پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر اُس نے
ہولسٹر میں رکھا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں
قدم بڑھاتا ہوا وہ عمارت کے مین گیٹ کی
طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے روشنی میں
آکر یونیفارم کی جیب میں لگی ہوئی نام کی
پٹی پڑھی تو اسے معلوم ہوا کہ پولیس آفیسر
کا نام اقبال شیرانی تھا۔

جب وہ گیٹ پر پہنچا تو وہاں باہاتی
پہلے ہی ایک پولیس مین سی یونیفارم میں
کھڑا ہوا تھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" شہریار نے باچانی کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ چونکہ وہ دونوں پولیس یونیفارم میں تھے اس لئے کسی نے انہیں نہ روکا اور وہ چند ہی لمحوں میں عمارت کے برآمدے کے قریب پہنچ گئے۔ ابھی وہ وہاں پہنچے ہی تھے کہ انہیں عمارت کے اندر سے ہاشم سبائی نکلتا نظر آیا۔ اس کا چہرہ جوش کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ وہ برآمدے میں سے ہوتا ہوا تیزی سے برآمدے کے کونے کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کمرے کے دروازے پر دو سپاہی بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

ہاشم سبائی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ شہریار سمجھ گیا کہ رضا کاشانی اور فیصل شہزاد اسی کمرے میں بند ہوں گے کیونکہ وہ اور کہیں نظر نہ آرہے تھے۔

"ہوشیار رہو۔ مجھے ہاشم سبائی کے ارادے اچھے نظر نہیں آتے۔" شہریار نے قریب کھڑے باچانی سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! لگتا تو کچھ ایسا ہی ہے۔" باچانی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ سامنے جو سپاہی کھڑا ہے اس نے بموں کا تھیلا اٹھا رکھا ہے۔ تم اس کا خیال رکھنا۔ میں ہاشم سبائی کو کور کرونگا۔" شہریار نے باچانی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور باچانی آہستہ سے کھسکتا ہوا بم بردار سپاہی کے قریب جاکر کھڑا ہوگیا۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ تیزی سے کھلا اور ہاشم سبائی باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہی اس نے انتہائی پھرتی سے دروازے کی زنجیر چڑھا دی۔

"اس کمرے کو بم مار کر اڑا دو۔ جہاں تمام عمارت بموں سے اڑا دی گئی ہے وہاں یہ کمرہ کیوں بچ جائے۔" ہاشم نے زنجیر

چڑھاتے ہی چیختی ہوئی آواز میں بم بردار سپاہی کو حکم دیتے ہوئے کہا اور خود تیزی سے ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔

سپاہی شاید ہاشم سبائی کے حکم کے انتظار میں ہی تھا کیونکہ اس سے پہلے کہ ہاشم سبائی کا فقرہ مکمل ہوتا سپاہی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ وہ شاید پہلے ہی ہاتھ میں ہینڈ گرینیڈ پکڑے کھڑا تھا۔ باچانی جو اس کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس وقت چونکا جب سپاہی کا ہاتھ لہرا گیا۔ بم اس کے ہاتھ سے نکلا تو سہی مگر کمرے کی سامنے کی دیوار پر پڑنے کی بجائے سائیڈ والے کمرے کی چھت سے جا ٹکرایا اور پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور برآمدے کے کمرے کے ساتھ والے کمرے کی چھت اور دیواریں فضا میں تنکوں کی طرح اڑتی چلی گئیں۔ البتہ اس کا نتیجہ یہ ضرور نکلا کہ جس کمرے کے دروازے کی زنجیر ہاشم نے چڑھائی تھی اس کمرے کی چھت اور ایک

دیوار چونکہ بم کی ضرب کھانے والے کمرے سے ملحقہ تھی اس لئے وہ بھی ساتھ ہی فضا میں اڑتی چلی گئی۔

اسی لمحے شہریار نے اچھل کر ہاشم سبائی کی گردن کے گرد اپنا بازو ڈالا اور پھر ریوالور کی نال اس کی پسلیوں سے لگاتے ہوئے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

"اپنے آدمی کو روکو وہ دوسرا بم نہ مارے۔" شہریار کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ ہاشم سبائی بے اختیار کانپ گیا اور چونکہ وہ بالکل اندھیرے میں کھڑے تھے اس لئے کوئی بھی ہاشم سبائی کی موجودہ پوزیشن نہ چیک کر سکا۔

"رک جاؤ اور بم نہ مارو:" ہاشم سبائی نے بے اختیار چیختے ہوئے کہا اور بم بردار سپاہی جو تیزی سے تھیلے سے دوسرا بم نکالنا چاہتا تھا۔ ایک دم ٹھٹک کر رک گیا۔

"جلدی کرو۔ کمرے میں سے آدمیوں کو نکالنے کا حکم دو۔ ورنہ تمہاری گردن توڑ دوں گا:"

شہریار نے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا اور ہاشم کے منہ سے چیخ سی نکل گئی۔

کمرے میں موجود آدمیوں کو باہر نکالو۔ ہاشم شاید ضرورت سے زیادہ ہی بزدل واقع ہوا تھا۔ کیونکہ اتنی پولیس فورس موجود ہونے کے باوجود وہ اپنی موت کے خوف سے شہریار کی ہر بات مانتا چلا جا رہا تھا۔

اور پھر شہریار نے باچانی کو تیزی سے کمرے کی طرف دوڑتے دیکھا۔ چند اور سپاہی بھی ہاشم کی آواز سنتے ہی کمرے کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

شہریار ہاشم کو جکڑے ہوئے اسی طرح اندھیرے میں کھڑا ہوا تھا۔ جب اس نے باچانی اور دوسرے سپاہیوں کو کمرے کے اندر سے رضا کاشانی، فیصل، شہزاد اور ڈریکولا بیہوشی کے عالم میں اٹھا کر باہر لاتے دیکھا تو اس کے سر پر خون سوار ہو گیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے ہاشم کی گردن کو

ایک زور دار جھٹکا دیا اور چیخ کی آواز گونج اٹھی اور ساتھ ہی ہاشم کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی اور جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔

شہریار نے ایک ہی جھٹکے میں ہاشم سباتی کی گردن توڑ ڈالی تھی۔

وہ ہاشم کو آہستہ سے گھسیٹتا ہوا اندھیرے میں لیتا چلا گیا اور پھر اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آگئے۔ اس نے اس پولیس آفیسر کی وردی چند لمحوں میں اتار پھینکی اور پھر اس نے اتنی ہی پھرتی سے ہاشم سباتی کی یونیفارم اتاری اور اسے اپنے لباس پر پہن لیا اور پھر اندھیرے میں سے نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس طرف کو بڑھتا چلا گیا جہاں سپاہیوں نے رضا کاشانی اور اس کے ساتھیوں کو لٹا رکھا تھا۔

"ایمبولینس بلاؤ جلدی۔" شہریار نے ہاشم کے

انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ وہ چونکہ جان بوجھ کر اندھیرے میں رک گیا تھا اس لئے کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔

چند ہی لمحوں میں ایک ایمبولینس تیزی سے اندر داخل ہوئی اور رضا کاشانی، فیصل اور شہزاد کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"انہیں ایمبولینس میں ڈالو جلدی۔" شہریار نے ایک بار پھر بری طرح چیختے ہوئے کہا اور ایمبولینس کے آدمیوں نے بڑی پھرتی سے سٹریچر باہر نکالے اور پھر چند ہی لمحوں میں رضا کاشانی، فیصل، شہزاد اور ڈیکولا ایمبولینس میں منتقل ہوگئے۔

"باجانی! تم پیچھے سوار ہو جاؤ۔" شہریار نے تیز لہجے میں کہا اور جب اس نے باجانی کو ایمبولینس کے پچھلے حصے میں سوار ہوتے دیکھا تو وہ خود دوڑ کر آگے بڑھا اور اچھل کر ایمبولینس ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"جلدی سے باہر نکلو جلدی۔" شہریار نے

چیختے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے انتہائی پھرتی سے ایمبولینس موڑی اور ساتھ ہی اس کا سائرن بھی چلا دیا اور پھر ایمبولینس خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی عمارت سے باہر نکلتی چلی گئی۔

"روکو ایمبولینس روکو۔" شہریار نے کافی دور نکل آنے کے بعد اچانک ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک پر پورا دباؤ ڈال دیا اور ایمبولینس سڑک کے کنارے پر رکتی چلی گئی۔ اچانک بریک لگنے کی وجہ سے ٹائروں نے احتجاجاً چیخیں ماریں لیکن فل بریک لگنے کی وجہ سے ایمبولینس فوراً ہی رک گئی۔

جیسے ہی ایمبولینس رکی۔ شہریار کا ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آیا اور ڈرائیور کی کنپٹی پر ٹیاخہ بسا چھوٹا اور ڈرائیور لڑکھڑا کر سٹیئرنگ پر ہی گر گیا۔ وہ مخصوص ضرب کھا کر بیہوش ہو چکا تھا۔ ہاشم نے تیزی

سے دروازہ کھولا اور پھر ایمبولینس کی پچھلی طرف بھاگتا چلا گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے پچھلا دروازہ کھولا۔

"باہر نکل آؤ۔ سب باہر آ جاؤ۔" شہریار نے چیختے ہوئے کہا اور ایمبولینس میں موجود ہسپتال کے چار افراد اس کی چیخ سنتے ہی تیزی سے اچھل کر باہر نکل آئے۔ پھر جیسے ہی وہ باہر آئے۔ شہریار نے بڑی پھرتی سے ہولسٹر سے سائیلنسر لگا ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے وہ ریوالور کا ٹریگر دباتا چلا گیا اور ایک ہی راؤنڈ میں وہ چاروں چیختے ہوئے زمین پر گرتے چلے گئے۔ شہریار نے جان بوجھ کر ان کی ٹانگوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ باچاچی دروازے میں ہی کھڑا ہوا تھا۔

"دروازہ بند کرلو۔" شہریار نے اس بار اصل آواز میں چیختے ہوئے کہا اور خود دوڑتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر بے ہوش پڑے ڈرائیور کو کھینچ کر باہر پھینک دیا اور خود اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر سوار ہو گیا اور پھر ایمبولینس ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور تیزی سے سڑک پر دوڑتی چلی گئی۔

شہریار نے سائرن والا بٹن بند کر دیا اور ایمبولینس اب خاموشی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

شہریار جلد از جلد اس ایمبولینس سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ جلد ہی ہاشم سبائی کی موت کا پتہ چل جائے گا اور پھر ہر سڑک کی ناکہ بندی شروع ہو جائے گی۔ اس نے ایمبولینس چلاتے ہوئے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو شہریار سپیکنگ اوور۔" شہریار نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یس آفندی سپیکنگ اوور۔" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے آفندی کی آواز سنائی دی

"تم کہاں ہو آفندی اوور"؟ شہریار نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں پوائنٹ سٹری پر موجود ہوں باس اوور" دوسری طرف سے آفندی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فوراً اپنا چرخہ لیکر سبحانی گیٹ کے قریب میدان میں پہنچ جاؤ۔ فوراً اوور۔" شہریار نے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر ہیلی کاپٹر کا نہ لیا تھا کہ اگر اس کی کال چیک ہو رہی ہو تو پھر کہیں ہیلی کاپٹروں کی چیکنگ نہ شروع ہو جائے۔

"بہتر باس! میں دو منٹ میں پہنچ جاؤں گا اوور"۔ آفندی نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔ شہریار نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اس نے اسے اپنی جیب میں ڈالا اور ایمبولینس کا رخ قریب ہی سبحانی گیٹ کی طرف موڑ دیا۔ دو منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ سبحانی گیٹ کے قریب واقع کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے ایمبولینس روکی اور پھر اتر کر پیچھے گیا اور دروازہ کھول کر باجانی سے کہا۔

"باس اور اس کے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟" شہریار کے لہجے میں تشویش تھی۔

"سارے بیہوش پڑے ہیں۔ معمولی سے زخمی ہیں۔ لیکن خطرہ کوئی نہیں"۔ باجانی نے اندر سے جواب دیا۔

اسی لمحے اسے سر پر ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور شہریار نے پھرتی سے جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر اس کا رخ آسمان کی طرف کیا اور آفندی کو اشارہ دینا شروع کر دیا۔ پھر اس نے ٹارچ بجھا کر واپس جیب میں ڈالی اور ہاشم سبائی کی یونیفارم اتارنی شروع کر دی۔ جب وہ اس کی یونیفارم اتار چکا تو آفندی ہیلی کاپٹر ایمبولینس کے قریب میدان میں اتر چکا تھا۔

"جلدی کرو باجانی! ان سب کو ہیلی کاپٹر میں منتقل کر دو"۔ شہریار نے کہا اور پھر

باچانی نے سب سے پہلے رضا کاشانی کو اسٹریچر سے اٹھا کر ایمبولینس سے باہر نکالا۔ اسے شہریار نے سنبھالا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ پڑا۔

آفندی بھی اب ہیلی کاپٹر سے اتر کر ان کی طرف دوڑا چلا آرہا تھا۔

اور پھر چند ہی لمحوں میں رضا کاشانی کے ساتھ ساتھ فیصل، شہزاد اور ڈریکولا کو بھی ہیلی کاپٹر میں منتقل کر دیا گیا۔ باچانی نے فارغ ہوتے ہی پولیس کی یونیفارم سے نجات حاصل کی اور پھر وہ بھی شہریار کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ آفندی نے پائلٹ سیٹ سنبھال لی۔

"جلدی کرو! ہیلی کاپٹر پوائنٹ سکس پر لے چلو۔ چیف باس اور اس کے ساتھیوں کو فوری طبی امداد چاہیے۔" شہریار نے آفندی سے مخاطب ہو کر کہا اور آفندی نے ہیلی کاپٹر کا انجن سٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد ہی ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ آفندی نے عقلمندی کی تھی کہ ہیلی کاپٹر کی تمام بتیاں بجھا رکھی تھیں۔ ادھر چونکہ رات اندھیری تھی اس لیے ہیلی کاپٹر کو نیچے سے کسی طرح بھی چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔

"چیف باس کو کیا ہوا ہے؟" آفندی نے پوچھا۔

"پولیس کمانڈر ہاشم سبائی نے انتقام لینے کی کوشش کی تھی۔ یہ تو شکر ہے کہ ہم موقع پر پہنچ گئے۔ ورنہ آج وہ باس کو یقیناً ہلاک کر دیتا۔" شہریار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ویسے باس! آپ نے بروقت ذہن استعمال کیا ہے۔ اگر ہمیں ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو وہ سپاہی بم سیدھا اس کمرے کی دیوار پر مارتا اور اس کے بعد کچھ نہ ہو سکتا تھا۔" باچانی نے کہا۔

"ہاں! ویسے تم نے بروقت اس کا ہاتھ لہرا دیا تھا ورنہ وہ وار کر چکا تھا۔" شہریار نے جواب دیا۔

"چیف باس زیادہ زخمی تو نہیں ہیں؟" آفندی نے تشویش زدہ لہجے میں سوال کیا
"نہیں ۔ صرف اچانک دھماکے اور دیوار اور چھت کی اینٹیں لگنے سے بیہوشی کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے زخم آئے ہیں۔ بہرحال خطرے والی کوئی بات نہیں" باچانی نے جواب دیا اور آفندی نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد آفندی نے ہیلی کاپٹر ایک وسیع و عریض عمارت کے لان میں اتار دیا اور ہیلی کاپٹر کو مسلح افراد نے گھیر لیا۔ لیکن شہریار مطمئن تھا کہ وہ بہرحال خطرے سے باہر نکل آئے ہیں۔

چار بڑے اور مسلم اصفہانی بڑے انداز میں شیشے کے پار بندھے ہوئے رضا، فیصل، شہزاد اور ڈریکولا کو دیکھ رہے ان کی چال بالکل کامیاب رہی تھی اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ رہی تھی۔ پھر چار بڑوں میں سے ایک نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رومال ایک جھٹکے سے نیچے اور سکرین پر اسے چیک کرنے والے روم کے آپریٹر نے رومال کا اشارہ دیکھ سامنے پڑی ہوئی مشین کا سرخ رنگ ہینڈل نیچے کر دیا۔ اور کمرے میں نصب

مشین گنیں بیک وقت چل پڑیں۔ یہ تمام مشین گنیں اس مشین سے کنٹرول کی جاتی تھیں۔

مگر دوسرے لمحے چار بڑے اور مسلم اصفہانی یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ رضا، [illegible] اور اس کے ساتھیوں نے ان کی توقع کے بالکل خلاف کمرے میں ایک ایسی جگہ ڈھونڈ نکالی تھی جہاں مشین گنوں کی گولیاں براہ راست نہ پڑ رہی تھیں اور کتنی ہی مشین [illegible] چلنے کے باوجود وہ ان سے نکلنے والی [illegible] سے بچے ہوئے تھے۔

"[illegible] کر [illegible] گولیوں سے [illegible] قطب پورش نے اپنا [illegible] کرتے دیکھ [illegible] چیخ کر کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ اس کے حکم کی تعمیل ہوتی، اچانک ایک خوفناک دھماکہ [illegible] پورا کمرہ یوں لرز گیا جیسے [illegible] زد میں آ گیا ہو۔ اور اس کے ساتھ [illegible] گنیں یوں خاموش ہو گئیں جیسے [illegible] چابی [illegible]

کھلونے چابی ختم ہو جانے پر رک جاتے ہیں۔

"باس! کسی نے بم مار کر آپریشن روم تباہ کر دیا ہے۔" مسلم اصفہانی نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر مسلم اصفہانی کے ساتھ ساتھ چاروں بڑے [illegible] سے [illegible] اٹھ کھڑے ہوئے جیسے [illegible] کے [illegible] تک پہنچ جائیں۔

"تم یہاں سے نکلو۔ [illegible] یہ خوفناک حملہ ہوا ہے۔" [illegible] قطب پورش نے چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ سب [illegible] سے [illegible] نکلتے چلے گئے۔ [illegible] خوفناک دھماکے ہو رہے تھے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] سرنگ کے راستے [illegible] ایک [illegible] کمرے کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ اس کمرے کے انتہائی کونے میں ایک [illegible] قطب پورش [illegible]

پھرتی سے پیر مارا تو دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی اور وہاں ایک طویل سرنگ نظر آ رہی تھی۔ وہ چاروں اور مسلم اصفہانی اس سرنگ میں دوڑتے چلے گئے۔

سرنگ خاصی طویل ثابت ہوئی لیکن آخرکار اس کا خاتمہ ایک دیوار پر ہوا۔ اور ایک نقاب پوش نے اس دیوار کے ایک مخصوص حصے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو دیوار درمیان سے پھٹ گئی اور وہ سب لوگ باری باری دیوار پار کر گئے۔ اب وہ ایک چھوٹے سے مکان میں تھے۔

"ہمیں فوراً ہیڈکوارٹر نمبر ۲ پہنچنا چاہیے اس سارے علاقے کو کسی بھی لمحے پولیس گھیر لے گی" ایک نقاب پوش نے کہا اور پھر وہ سب مکان کے سامنے کے حصے میں بنے ہوئے گیراجوں کی طرف دوڑ پڑے۔

گیراجوں میں دو بڑی کاریں موجود تھیں چار بڑے ایک کار میں اور مسلم اصفہانی دوسری میں بیٹھ گیا۔ چار بڑے کمانڈر مسلم اصفہانی

کے سامنے نقاب نہ اتارنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے علیحدہ کار منتخب کی تھی اور پھر دونوں کاریں مکان سے نکل کر تیزی سے سڑک پر دوڑتی چلی گئیں۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کاریں ایک بڑی سی کوٹھی کے گیٹ پر رک گئیں مخصوص انداز میں ہارن دیتے ہی کوٹھی کا پھاٹک خودبخود کھلتا چلا گیا اور دونوں کاریں عمارت کے اندر داخل ہو گئیں۔

یہ عمارت خاصی بڑی تھی اور عمارت میں ہر طرف مسلح افراد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

دونوں کاریں جیسے ہی پورچ میں رکیں چاروں بڑے نقاب لگائے باہر آگئے اور ان کے باہر آتے ہی پوری عمارت میں کھلبلی سی مچ گئی۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ محتاط اور چوکنے ہو گئے تھے۔

چاروں بڑے جیسے ہی کار سے اترے ایک نوجوان عمارت کے اندر سے نکل کر ان

کے سامنے آیا اور اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ یہ خسرو تھا ہیڈکوارٹر کا انچارج اور چار بڑوں کے بعد تنظیم کا سب سے طاقتور ترین آدمی۔

"یہاں کیا پوزیشن ہے خسرو"؟ ایک نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا

"اوکے باس!" خسرو نے گرجدار آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مین ہیڈکوارٹر تباہ ہوگیا ہے۔ تم ایسا کرو اپنے آدمی وہاں بھیج دو۔ ہمیں فوراً اس کے متعلق تفصیلی رپورٹ چاہیے۔ اور سنو! خاص طور پر رضا کاشانی اور ان پاکیشیائی جاسوسوں کے متعلق رپورٹ مکمل تفصیل کے ساتھ چاہیے"۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس!" خسرو نے کہا اور اس نے قریب کھڑے ایک نوجوان کو بلا کر نقاب پوش والا حکم دوہرایا اور وہ نوجوان تیزی سے ایک کمرے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ چار بڑے اور مسلم اصفہانی خسرو کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں آ گئے۔ یہاں ایک بڑی سی میز کے گرد بیس کے قریب کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ شاید یہ میٹنگ روم تھا اور پھر ان سب نے کرسیاں سنبھال لیں۔

"حالات بے حد خراب ہوگئے ہیں۔ ہمارے تمام حربے ناکام ہو چکے ہیں۔ مسٹر اصفہانی پہلے بھی پاکیشیائی جاسوسوں کے مقابلے میں ناکام ہوا اب یہ تمہاری چال ہم پر ہی الٹ دی گئی ہے۔ مین ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا ہے۔ یہ تنظیم کے لئے بہت بڑا نقصان ہے"۔ ایک نقاب پوش نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"ویسے باس گستاخی معاف! یہ بات ہماری تنظیم کے لئے انتہائی شرمناک ہے کہ ہم اپنے وسائل کے مالک ہونے کے باوجود چار افراد کا اپنے ہی ملک میں خاتمہ کرنے سے قاصر ہیں"۔ خسرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تمہارا لہجہ گستاخانہ ہے خسرو! حالات پر کسی کا بس نہیں چلتا۔ جنہیں تم چلا کچھ رہے ہو۔ یہ افراد نہیں ہیں، شیطان کے چیلے ہیں جو عین موقع پر کسی نہ کسی طرح بچ نکلتے ہیں لیکن اس کے باوجود تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ تم چار بڑوں کے سامنے گستاخی سے پیش آؤ۔" ایک نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"سوری باس! میرے ذہن میں گستاخی نہیں تھی بلکہ میں تو وقتی جوش کے تحت بات کر رہا تھا۔ بہرحال میں معافی چاہتا ہوں۔" خسرو نے معذرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر رضا کاشانی اور یہ پاکیشیائی جاسوس بچ نکلتے ہیں تو کیوں نہ اس بار خسرو کو آزمایا جائے۔ خسرو ان کے لئے نیا ہے اور خسرو بیحد ذہین اور مجرب آدمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خسرو ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب رہے گا۔" ایک نقاب پوش نے خسرو کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ مجھ پر اعتماد کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں باس کہ میرے ہاتھ سے یہ جاسوس کسی صورت بھی بچ نکلنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں ان پر ایسا جال ڈالوں گا کہ یہ حقیر پرندوں کی طرح اس جال میں پھنس کر موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔" خسرو نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا اور اس کے قریب بیٹھے مسلم اصفہانی کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ابھی یہاں کرسی پر بیٹھا خسرو بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا ہے۔ لیکن جب اس کا واسطہ ان آفت کے پرکالوں سے پڑے گا اس وقت اسے معلوم ہو گا کہ دال کس بھاؤ بکتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ موقع ایسا تھا کہ وہ کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے کہ تم کتنے دنوں

میں اپنا مشن مکمل کرسکتے ہو؟" ایک نقاب
پوش نے خسرو سے مخاطب ہوکر کہا۔
"مجھے صرف ایک ہفتہ دے دیجئے۔
ہفتے میں میں ان جاسوسوں کو ہر قیمت پر
ٹھکانے لگا دوں گا۔" خسرو نے جواب دیا۔
"او کے! تمہیں باقاعدہ طور پر اس مہم کا
انچارج بنایا جاتا ہے۔ ہم چار بڑے اور
اصفہانی انڈر گراؤنڈ چلے جائیں گے اور تمام
کا چارج تمہارے پاس ہوگا۔ تم اپنے طور پر
جس طرح چاہو ان سے نپٹ لو۔ بہرحال ایک
ہفتے کے اندر مشن مکمل ہو جانا چاہیے۔ ناکامی
کی رپورٹ کسی قیمت پر نہیں ہونی چاہیے۔"
نقاب پوش نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیتے
ہوئے کہا۔
"آپ بے فکر رہیں باس! خسرو ہر صورت حال
پر قابو پایا جانا ہے۔ میں ان جاسوسوں کو
مکھیوں کی طرح مسل دوں گا۔" خسرو کا چہرہ جوش
سے سرخ ہو گیا۔ وہ دل ہی دل میں بے حد
خوش تھا کہ چار بڑوں نے اس پر مکمل طور

پر اعتماد کرلیا ہے۔
"سنو خسرو! اگر تم اس مہم میں کامیاب
ہوگئے تو تمہیں اتنا بڑا انعام دیا جائے گا
جو تمہارے تصور سے بھی زیادہ ہوگا اور وہ
انعام یہ ہوگا کہ اس مہم کی کامیابی کے بعد
تمہیں تنظیم کا پانچواں بڑا بنا دیا جائے گا۔"
نقاب پوش نے کہا۔
"واقعی اس انعام کا میں تصور بھی نہ کر
سکتا تھا۔ اب اس انعام کو حاصل کرنے کے
لیے تو میں جان کی بازی لگا دوں گا۔" خسرو
نے بھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ خوشی کی شدت
سے اس کا گلا بھر آیا تھا۔ واقعی یہ اتنا
بڑا انعام تھا کہ جس کا وہ ساری زندگی تصور
بھی نہ کر سکتا تھا۔
مسلم اصفہانی بھی اتنے بڑے انعام کی بات
سن کر بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ سوچنے
لگا کہ چار بڑے اپنی اس ناکامی سے اس حد
تک جھنجلا گئے ہیں کہ وہ اب بڑی سی بڑی
قیمت پر ان پاکیشیائی جاسوسوں کا خاتمہ کر دینا

چاہتے ہیں۔

"لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ پاکیشیائی جاسوس جو بظاہر سیدھے سادھے لڑکے معلوم ہوتے ہیں انتہائی خطرناک حد تک ذہین واقع ہوتے ہیں۔ اس لئے سوچ سمجھ کر ان پر ہاتھ ڈالنا۔ ان کے متعلق تمام تفصیلات تمہیں مسلم اصفہانی سے مل جائیں گی" ایک نقاب پوش نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! میں اپنی پوری ذہانت استعمال کرونگا۔" خسرو نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس بات کا جواب دیتا۔ کمرے کے اندر لگا ہوا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ خسرو تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ ٹرانسمیٹر کا بلب بھی تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ خسرو نے ایک لمحے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے ایک آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

"پرویز سپیکنگ باس اوور۔" آواز میں مودبانہ پن شامل تھا۔

"خسرو فرام دس اینڈ رپورٹ دو اوور۔" خسرو نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"باس! پورا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا ہے اور چپے چپے پر پولیس پھیلی ہوئی ہے۔ رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوسوں کو پولیس کمانڈر ہاشم سباتی نے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے اوور۔" پرویز نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاشم سباتی! وہ تو ہمارا آدمی ہے۔ تم اس سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ اوور۔" خسرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اب وہ رابطہ کی حد سے گزر گیا ہے باس! آپ پوری رپورٹ تو سنیں۔ ہاشم سباتی نے بم مار کر وہ کمرہ اڑا دینے کا حکم دے دیا۔ جس میں رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوس موجود تھے اور پھر اس کے حکم پر کمرے پر بم مارا گیا لیکن بم بردار سپاہی کا ہاتھ بہک گیا اور اس کمرے کی بجائے ساتھ

والا کمرہ اُڑ گیا۔ لیکن اس کمرے کو شدید نقصان پہنچا۔ مگر اچانک ہاشم سبائی کا انداز بدل گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو مزید حملے سے روک دیا اور کمرہ کھلوا کر رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوسوں کو باہر نکالا۔ وہ سب بے ہوش ہو چکے تھے۔ پھر ہاشم سبائی کے حکم پر ایمبولینس منگوائی گئی اور انہیں ایمبولینس میں سوار کر دیا گیا۔ ہاشم سبائی خود بھی اس ایمبولینس میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس کے انداز پر شک پڑا چنانچہ میں نے اپنے آدمیوں کو اس کے تعاقب میں لگا دیا۔ اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے شک تھا۔ دراصل ہاشم سبائی کو قتل کر دیا گیا تھا اور ہاشم سبائی کے روپ میں رضا کاشانی کے ساتھی رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوسوں کو عمارت سے نکال لے گئے تھے۔ اور ابھی ابھی مجھے اپنے آدمیوں سے رپورٹ ملی ہے کہ سبحانی گیٹ کے قریبی میدان میں ایمبولینس رکی گئی اور ایک ہیلی کاپٹر وہاں اترا اور پھر رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوسوں کو اس ہیلی کاپٹر میں منتقل کر

دیا گیا۔ ہیلی کاپٹر کو ساؤمقہ الیٹ میں واقع ایک قلعہ نما عمارت میں اترتے دیکھا گیا ہے۔ اوور۔" پرویز نے مکمل اور تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوس اب اس عمارت میں موجود ہیں۔ اوور۔" خسرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یس باس! میرے دو آدمی اس عمارت کی نگرانی میں مصروف ہیں۔ میرے لئے مزید کیا احکامات ہیں اوور؟" پرویز نے پوچھا۔

"تم فی الحال اس عمارت کی مکمل نگرانی کرو۔ میں جلد ہی کوئی لائحہ عمل تیار کر لوں گا۔ اوور۔" خسرو نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے باس اوور۔" پرویز نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل۔" خسرو نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ رضا کاشانی اور پاکیشیائی جاسوس صاف بچ نکلے ہیں۔ ویسے ہاشم سبائی

نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ پولیس میں رضا کاشانی کے آدمی کیسے پہنچ گئے"۔ ایک نقاب پوش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور پھر باس دیکھئے۔ ان لوگوں نے کس دیدہ دلیری سے اتنی پولیس فورس کی موجودگی میں نہ صرف پولیس کمانڈر کو ہلاک کر دیا بلکہ اپنے آدمیوں کو بھی نکال لے گئے"۔ مسلم اصفہانی نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو مسلم اصفہانی! اب ان کا واسطہ خسرو سے پڑ گیا ہے اور سمجھ لو کہ ان کے سانس گنے جا چکے ہیں"۔ خسرو نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب چونکہ یہ مہم تمہارے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس لئے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ ہم اس سلسلے میں کوئی رائے نہیں دے سکتے"۔ ایک نقاب پوش نے کہا اور پھر وہ سب اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

"مسلم اصفہانی! تم خسرو کے ساتھ رہو گے۔

اسے تمام معلومات مہیا کرو گے"۔ نقاب پوش نے مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس! حکم کی تعمیل ہو گی"۔ مسلم اصفہانی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

اور پھر چاروں بڑے میٹنگ برخواست کر کے ہیڈ کوارٹر سے واپس چلے گئے۔

"ہاں تو مسلم اصفہانی! اور سناؤ کیا حال ہیں"۔ چار بڑوں کے جانے کے بعد خسرو نے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس ٹھیک ہے دوست! آجکل میرا ستارہ تو بری طرح گردش میں ہے۔ جو تدبیر بھی کی ہے الٹی ہی پڑی ہے"۔ مسلم اصفہانی نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے بھی سنا ہے کہ تم نے رضا کاشانی اور ان پاکستانی جاسوسوں کے خلاف بڑی تگ و دو کی ہے"۔ خسرو نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم تگ و دو کی بات کر رہے
میں نے ان کے خلاف ہر حربہ استعمال
ہے. لیکن یہ لوگ تو کوئی. مافوق الفطرت
کی چیزیں معلوم ہوتے ہیں. ہر بار کسی نہ
طریقے سے نہ صرف یہ بچ نکلتے ہیں بلکہ
میرے آدمی ہی ختم ہو جاتے ہیں. اب
دیکھو کہ میں سیکرٹ سروس کی سربراہی
بھی فارغ ہوگیا. ہیڈ کوارٹر نمبر دن جس
میں انچارج تھا وہ بھی تباہ ہوگیا. اس
بعد چار بڑوں نے خود چارج سنبھال لیا
نتیجہ کیا ہوا کہ مین ہیڈ کوارٹر تباہ ہوگیا
بڑی مشکل سے چار بڑے اور میں جان
نکلے ہیں. پولیس کمانڈر ہاشم سبائی نے ان
ہلاک کرنا چاہا تو وہ خود قتل ہوگیا اور
نہ صرف صاف بچ نکلے بلکہ انہیں محفوظ
پناہ گاہ بھی مل گئی ہے اور اب تمہاری باری
ہے۔ دیکھو تمہارا کیا حشر ہوتا ہے"۔ مسلم اصفہانی
نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔
"تم میری فکر نہ کرو۔ میں ہمیشہ آنکھیں کھول

کر کام کرنے کا عادی ہوں۔ میرے پنجے
سے ان کا بچ نکلنا ناممکن ہے۔ تم دیکھنا
کہ پہلے ہی قدم پر ان کی لاشیں میرے
قدموں میں پڑی ہوں گی"۔ خسرو نے بڑے
فاخرانہ لہجے میں کہا۔
"خدا کرے ایسا ہو جائے۔ بہرحال مجھے یقین
نہیں ہے۔ یہ پاکیشیائی جاسوس انتہائی خطرناک
حد تک ذہین۔ پھرتیلے اور سب سے بڑی
بات یہ کہ خوش قسمت ہیں۔ عین موقع پر
کوئی نہ کوئی چکر ایسا چل جاتا ہے کہ یہ
بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں"۔ مسلم
اصفہانی ابھی تک اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔
"دیکھو مسلم! تمہارا مسئلہ اور ہے۔ تم اندھا دھند
اقدامات کرنے کے عادی رہے ہو جبکہ میں
ہمیشہ ہر قدم انتہائی سوچ بچار کے بعد اٹھاتا
ہوں۔ اس لئے میری ناکامی کا اوسط ہمیشہ
صفر رہتا ہے"۔ خسرو نے جواب دیا۔
"مثلاً اب تم کیا کرو گے"؟ مسلم اصفہانی
نے پوچھا۔

"میں نے ایک پلاننگ بنائی ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ان پاکیشیائی جاسوسوں کو ظفر کاشانی کی صورت میں نہ صرف ایک محفوظ پناہ گاہ مل گئی ہے بلکہ رضا کاشانی کا پورا گروپ بھی ان کی مدد کر رہا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر کسی طرح انہیں رضا کاشانی سے علیحدہ کرلیا جائے تو ان کا خاتمہ بہت آسان ہو جائے گا اور ان کا خاتمہ کرنے کے بعد رضا کاشانی سے نپٹنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس کے گروپ میں سے ہی کسی آدمی کو توڑا جاسکتا ہے اور اس آدمی کے ذریعے رضا کاشانی کو گولی مروائی جاسکتی ہے۔" خسرو نے اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

"چال تو اچھی سوچی ہے تم نے۔ لیکن خدا کرے تمہاری چال سیدھی ہی رہے الٹی نہ پڑ جائے۔" مسلم اصفہانی نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"میری چال ہمیشہ سیدھی ہی رہتی ہے

تم دیکھ لینا۔" خسرو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ مسلم اصفہانی کوئی جواب دیتا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"کیا بات ہے امین؟" خسرو نے تحکمانہ لہجے میں سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! پرویز نے ابھی ابھی رپورٹ دی ہے کہ رضا کاشانی اور وہ پاکیشیائی جاسوس ایک کار میں سوار ہوکر اس عمارت سے نکل آئے ہیں۔ کار کو شہریار ڈرائیو کررہا ہے اور کار کا رخ مضافاتی کالونی گلستان کی طرف ہے۔" امین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! پھر تو زیادہ آسانی سے اس کار کو تباہ کیا جاسکتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔" خسرو نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے باہر دوڑ پڑا۔ مسلم اصفہانی بھی اس کے پیچھے تھا۔ خسرو نے چلتے چلتے امین کو ہدایات دیں اور پھر وہ

تیزی سے پورچ میں کھڑی ایک بڑی سی
سٹیشن ویگن کی طرف دوڑ پڑا۔
"آؤ مسلم اصفہانی دیکھو! اب کیا ہوگا" خسرو نے جوشیلے لہجے میں کہا اور پھر خود سٹیشن ویگن کے سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ مسلم اصفہانی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور خسرو نے سٹیشن ویگن سٹارٹ کی اور انتہائی تیزی سے موڑ کر عمارت کے پھاٹک کی طرف دوڑا دی۔ اسی لمحے ایک کار گیراج سے نکلی اور آندھی کی طرح دوڑتی ہوئی سٹیشن ویگن کے آگے بڑھ کر پھاٹک سے باہر نکل آئی۔ اور سٹیشن ویگن اس کے پیچھے تھی۔

خسرو نے سٹیشن ویگن کے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ہلکی سی ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"پرویز! میں خسرو بول رہا ہوں۔ کیا پوزیشن ہے" خسرو نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"باس! اس وقت رضا کاشانی کی کار جلیانی کالونی کے اطراف میں ہے اور کسی بھی لمحے گلستان کالونی کی سڑک پر مڑنے والی ہے" دوسری طرف سے پرویز نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ گلستان کالونی کے پیچھے چوک پر ہم اس کار کو گھیر لیں گے۔ تم ہوشیار رہنا۔ یہ بتاؤ کہ کار اکیلی ہے یا کوئی اور بھی ہے" خسرو نے سوال کیا۔

"اکیلی کار ہے۔ سرخ رنگ کی سکوڈا پرنس کار ماڈل ۱۹۸۰" پرویز نے جواب دیا۔

"اوکے! ہوشیار رہنا۔ ہم گلستان کالونی کے پیچھے ہی چوک پر حملہ کر دیں گے" خسرو نے کہا اور پھر اس نے ایک اور بٹن دبا دیا۔

"یس امین سپیکنگ" دوسری طرف سے امین کی آواز سنائی دی۔

"سنو! گلستان کالونی کے پیچھے چوک پر ٹارگٹ بنایا گیا ہے۔ تم چوک پر پہنچتے ہی پوزیشن سنبھال لینا۔ ٹارگٹ کار، سرخ رنگ کی سکوڈا پرنس کار ماڈل ۱۹۸۰ ہے۔ اکیلی کار ہے" خسرو نے کہا۔

"او کے باس! آپ بے فکر رہیں۔ ہم پوری
طرح تیار ہیں۔" امین نے دوسری طرف سے
جواب دیا۔

اور خسرو نے مطمئن ہو کر بٹن آف
کر دیا۔

"پروگرام کیا ہے؟" مسلم اصفہانی نے پوچھا

"بڑا سادہ سا پروگرام ہے۔ گلستان چوک پر
رضا کاشانی کی کار کو گھیر لیا جائے گا
پھر اس پر گولیوں اور بموں کی بارش
کر دی جائے گی۔ اگر اس حملے سے کار
نکلی تو پھر میں تیار ہونگا۔ اس سٹیشن ویگن
میں آٹومیٹک مشین گنیں نصب ہیں۔ میں
مشین گنیں اس پر خالی کر دونگا۔ نتیجہ ظاہر
ہے کامیابی۔" خسرو نے بڑے مطمئن لہجے
میں کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سٹیشن ویگن
اور امین کی کار گلستان کالونی کے پہلے چوک
پر پہنچ گئیں۔ خسرو نے سٹیشن ویگن ایسے
زاویے پر روک لی جہاں سے جلیانی کالونی

کی طرف سے سڑک چوک پر آکر ملتی تھی۔
امین کی کار آگے بڑھتی چلی گئی اور پھر وہ
ایک عمارت کی آڑ میں رک گئی۔ جلیانی
کالونی کی طرف سے آنے والی سڑک تقریباً
خالی ہی تھی۔ کیونکہ کبھی کبھار ہی کوئی کار
ادھر سے آتی نظر آتی تھی۔

رات چونکہ خاصی اندھیری تھی اس لئے دور
سے صرف کار کی بتیاں ہی نظر آتی تھیں۔

"رضا کاشانی کی کار تم پہچانوگے کیسے؟ اندھیرے
میں معلوم ہی نہیں ہوتا۔" مسلم اصفہانی نے
اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"یہی تو میرے آدمیوں میں خصوصیت ہے کہ
وہ ہر پہلو کو خیال میں رکھتے ہیں۔ پرویز نے
فاسفورس کراس کار پر پھینک دیا ہوگا جس
کا کار والوں کو تو علم نہ ہو سکے گا لیکن
کار دور سے ہی پہچانی جاتے گی۔" خسرو نے
جواب دیا۔

"فاسفورس کراس! وہ کیا ہوتا ہے؟" مسلم
اصفہانی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ایک مخصوص نشان ہوتا ہے۔ سائلنسر کے ذریعے پچھلی کار کے بمپر پر مارا جاتا ہے اور کراس وہاں چپک جاتا ہے جس کا کار میں بیٹھے ہوئے افراد کو تو پتہ نہیں چلتا، لیکن اندھیرے میں یہ کراس دور سے چمکتا ہے۔" خسرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا میں سمجھ گیا۔ پرویز نے اپنی کار پیچھے لگا کر سائلنسر کے ذریعے کراس بمپر پر مارا ہوگا اور پھر آگے بڑھ کر پیچھے رہ گیا ہوگا۔" مسلم اصفہانی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے جلیانی کالونی روڈ سے ایک کار دور سے آتی دکھائی دی اور کار کے بمپر پر کراس کا نشان بہت واضح طور پر چمک رہا تھا۔

"دیکھو! نظر آ رہا ہے کراس۔" خسرو نے کہا اور مسلم اصفہانی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر خسرو نے ڈیش بورڈ کا بٹن دبا دیا۔

"امین! کار آ رہی ہے۔ بمپر پر فاسفورس کراس موجود ہے۔ ہوشیار! بچ کر نہ جائے۔" خسرو

نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہم نے چیک کر لیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ بچ کر نہیں جا سکتے۔" امین نے جواب دیا اور خسرو نے بٹن آف کر دیا۔

اب مسلم اصفہانی اور خسرو کی نظریں کراس والی کار پر جمی ہوئی تھیں جو تیزی سے نزدیک آتی جا رہی تھی۔

رضا کاشانی کو جب ہوش آیا تو اس نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہیلو باس! کیا حال ہے طبیعت کا؟" شہریار نے جو قریب ہی کرسی پر بیٹھا تھا، اُسے ہوش میں آتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ! بالکل ٹھیک ہے۔ مگر میرے خیال میں ہاشم سباتی نے بم مار کر کمرہ اڑا دیا تھا پھر ہم لوگ کیسے بچ گئے؟" رضا کاشانی نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا۔ اور شہریار نے تمام تفصیل بتا دی۔

"اوہ شہریار! تمہارا بڑا احسان ہے۔ واقعی مجھ سے ہاشم سباتی کی فطرت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اگر تم لوگ درمیان میں نہ کودتے تو اس بار ہاشم سباتی کا وار چل گیا تھا۔" رضا کاشانی نے جواب دیا۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور فیصل شہزاد اور ڈریکولا اندر داخل ہوئے۔ ان کے منہ اور چہرے پر ہلکے ہلکے زخموں کے نشانات موجود تھے۔

"کمال ہے یار! ہم تباہ ہونے والے کمرے میں تھے یا اب آنکھ کھلی ہے تو اس آرام دہ کمرے میں ہیں۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ فیصل اور ڈریکولا بھی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔

"یہ سارا کمال شہریار کا ہے۔" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس نے مختصر طور پر شہریار کی کوششوں کا ذکر کر دیا۔

"شہریار صاحب! آپ واقعی پورے شہر کے یار ہیں۔ اور اب ہمارے تو پکے یار بن گئے ہیں۔ ورنہ اس پولیس کمانڈر نے تو بیڑا غرق کر دیا تھا" شہزاد نے بڑے ممنون لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں شہزاد صاحب! یہ تو میرا فرض تھا" شہریار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا رضا صاحب! کہ آپ ہمیں فوری طور پر کسی جہاز پر سوار کر دیں" فیصل جو خاموش بیٹھا ہوا تھا پہلی بار بولا۔

"جہاز پر سوار کر دیں! کیا مطلب" رضا کاشانی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب کیا۔ بس خوامخواہ شوق میں پھنس گئے ہیں۔ لعنت ہے ایسی جاسوسی پر۔ ہر قدم پر موت۔ ہر لمحے موت۔ میں تو باز آیا ایسی جاسوسی سے" فیصل نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! آپ گھبرا گئے ہیں دوست! ایسا تو

زندگی میں ہوتا ہی رہتا ہے" رضا کاشانی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ گھبرا اس لئے گیا ہے کہ اسے بڑی سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ جب اسے بھوک لگتی ہے تو یہ واپس گھر کی طرف بھاگنے کی سوچتا ہے۔ مگر جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر یہ بڑا بہادر جاسوس بن جاتا ہے" شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ بھئی شہریار! کوئی کھانا کھلواؤ۔ ہمارے دوست بھوکے ہیں" رضا کاشانی نے ہنستے ہوئے شہریار سے مخاطب ہوکر کہا۔

"یہاں تو مشکل ہے باس! البتہ اگر آپ چاہیں تو گلستان کالونی والے ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں۔ وہاں ہر قسم کا انتظام موجود ہے" شہریار نے جواب دیا۔

"کسی کالونی میں چلو مگر چلو جلدی! ورنہ ہمارے پیٹ سے جاسوسی غائب ہوتی جا رہی

ہے"۔ شہزاد نے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کھانے کی سوجھ رہی ہے اور میری جان پر بنی ہوئی ہے۔ تم کھانے بیٹھ جاؤ اور جاسوسی بھی کرو۔ میں باز آیا۔ میں تو اب واپس جاؤں گا"۔ فیصل نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"یار فیصل! کچھ غیرت پکڑو۔ پٹھان خون والے میدان جنگ سے تو نہیں بھاگ جاتے۔ پھر ہمارے ایرانی دوست کیا کہیں گے کہ پاکستانی بزدل ہوتے ہیں"۔ شہزاد نے فیصل کی غیرت کو للکارتے ہوئے کہا۔

"غیرت کو کیا کروں۔ یہاں تو ہر طرف گولیاں اور بم چل رہے ہیں۔ غیرت کوئی زرہ بکتر تو نہیں ہوتی کہ اسے پہن لو اور گولیوں سے بچ جاؤ"۔ فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"فیصل صاحب! آپ بے فکر رہیں۔ آپ تسلی

سے کھانا کھالیں۔ صبح کو آپ کے جانے کا بندوبست کریں گے"۔ رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پکی بات"۔ فیصل نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! بالکل پکی بات"۔ رضا کاشانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے"۔ فیصل نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"چلو شہریار! گلستان کالونی چلو"۔ رضا کاشانی نے شہریار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر جناب! آپ تشریف رکھیں۔ میں ابھی بندوبست کر کے واپس آتا ہوں"۔ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے رضا صاحب"۔ شہزاد نے پوچھا۔

"پہلے کھانا کھالیں۔ پھر پروگرام بھی سوچ

لیں گے۔" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب! آپ بھی میرے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ میرے بھی جب تک پیٹ میں کھانا نہ پہنچے، دماغ کام ہی نہیں کرتا۔" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آئیے صاحبان چلیں۔" اسی لمحے شہریار نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب اٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑے۔

عمارت کے پورچ میں سُرخ رنگ کی ایک بڑی سی کار موجود تھی۔ شہریار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ رضا کاشانی اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر فیصل، شہزاد اور ڈریکولا سوار ہوگئے۔ اور کار سٹارٹ ہو کر سیدھی عمارت کے مین گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

مین گیٹ سے نکل کر کار دائیں طرف مڑی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

"آپ لوگوں کا انتظام بھی خوب ہے اتنی بڑی عمارت اور کھانے کا کوئی انتظام ہی نہیں۔" اچانک شہزاد نے کہا۔

"دراصل یہ عمارت صرف عارضی طور پر بطور پناہ گاہ کے استعمال ہوتی ہے اس لئے یہاں ایسا کوئی انتظام نہیں ہے۔" رضا کاشانی نے جواب دیا۔

"ہاں! میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔" اچانک شہریار نے کہا۔

"اوہ!" رضا کاشانی نے چونکتے ہوئے بیک مرر پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر اُسے کافی فاصلے پر ایک اور کار کا ہیولا سا نظر آیا۔ اس کار کی بتیاں بند تھیں اور اگر غور سے نہ دیکھا جاتا تو اُسے محسوس بھی نہ کیا جا سکتا۔

"ہاں! کار کا ہیولا تو نظر آرہا ہے اور بتیاں بند ہونے کا مطلب ہے کہ واقعی کار ہمارے تعاقب میں ہے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر کا تعاقب کیا جائے؟" رضا کاشانی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور پھر ایسے وقت میں جبکہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو رہا ہو۔ حیرت کی بات ہے۔" شہریار نے جواب دیا

"بہرحال جو کچھ بھی ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم راستے میں ہی وار کر دیں۔" رضا کاشانی نے کہا۔

اور اسی لمحے پچھلی کار خاصی تیز رفتاری سے نزدیک آنی شروع ہو گئی۔ فاصلہ تیزی سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن کار کی بتیاں بدستور بند تھیں۔

"ہوشیار۔" رضا کاشانی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"شیشے بند کر لیجئے۔" شہریار نے کہا اور ساتھ ہی اپنی طرف کا شیشہ چڑھا دیا۔ رضا کاشانی نے بھی ساتھ والا شیشہ اور فیصل شہزاد نے پچھلے شیشے چڑھا دیئے۔

پیچھے آنے والی کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی ہوئی ان کے پاس سے گزری اور پھر ان کے آگے سڑک پر دوڑنے لگی کار کے اندر بھی روشنی نہیں تھی اس لئے کچھ

معلوم نہ ہو رہا تھا کہ اندر کتنے افراد سوار ہیں جبکہ پچھلی کار میں سے کوئی حرکت نہ ہوئی تھی جس کی توقع یہ لوگ کر رہے تھے۔ کار مستقل ان کے آگے چلتی رہی۔ بعض جگہوں پر تو دونوں کاریں بالکل ایک دوسرے سے متصل ہو کر آگے بڑھتی رہیں اور پھر اچانک آگے جانے والی کار لڑکھڑاتی ہوئی ایک سائیڈ پر ہوئی اور رک گئی۔ شہریار کی کار اس کے قریب سے ہوتی ہوئی گزر گئی اور پچھلی کار سڑک کے کنارے رکی رہی حتیٰ کہ اس کا ہیولا تک غائب ہو گیا۔

"کمال ہے۔ آخر اس کار والوں کا کیا مقصد تھا۔" رضا کاشانی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کوئی عام کار ہو اور اس کی بتیاں خراب ہوں۔" شہریار نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہاں! اب تو یہی سوچا جا سکتا ہے۔" رضا کاشانی نے جواب دیا۔

کار اب جیپانی کا موڑ مڑ کر گلستان کالونی والی سڑک پر چڑھ گئی تھی۔

"کتنی دور ہے کھانے کا انتظام؟ یار پیٹ میں تو اب چوہے ڈھول بجا رہے ہیں۔" شہزاد نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بس اب جلد ہی پہنچنے والے ہیں۔ میں نے فون پر پہلے ہی ہدایات دے دی تھیں۔ ہمارے پہنچنے تک کھانا تیار ہوگا۔" شہریار نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"میری چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی ہے شہریار! کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔" رضا کاشانی جو خاموش بیٹھا ہوا تھا، اچانک بول پڑا۔

"باس! اب کیا کیا جاسکتا ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بظاہر تو حالات ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ویسے کار فائر پروف ہے اس لئے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔" شہریار نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

باتیں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ گلستان کالونی کا پہلا چوک اب تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا۔ کار جیسے ہی چوک کے قریب پہنچی اچانک ایک سائیڈ سے ایک کار تیز رفتاری سے نکلی اور پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور ان سب کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے ان کی آنکھوں میں اچانک سورج اتر آیا ہو۔ اور پھر کار چابی کے کھلونے کی طرح سڑک پر قلابازیاں کھاتی چلی گئی۔ اور ان سب کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ دھماکے مسلسل ہورہے تھے۔ اور پھر کار سڑک کے کنارے پر موجود خاصے گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔ کار میں بیٹھے ہوئے سب لوگ اتھل پتھل ہوکر ایک دوسرے میں گھستے چلے گئے اور چند لمحوں کے لئے ان سب کے دماغ ماؤف ہوگئے پھر اچانک ایک زبردست دھماکے سے کار ایک چٹان سے ٹکرا کر رک گئی۔

رضا کاشانی نے سب سے پہلے اپنے

آپ کو سنبھالا اور پھر اس نے تیزی سے الٹی ہوتی کار کا دروازہ کھولا اور کار سے باہر رینگتا چلا گیا۔

شہریار سٹیرنگ پر ہی بیہوش ہو چکا تھا۔ ادھر پچھلی نشست پر ڈریکولا اور شہزاد ہوش میں تھے جبکہ فیصل دونوں سیٹوں کے درمیان بیہوش پڑا ہوا تھا۔

رضا کاشانی جیسے ہی کار سے باہر نکلا اچانک اس گڑھے پر تیز روشنی پڑی اور پھر مشین گن کی تڑتڑاہٹ کی آواز گونجی اور رضا کاشانی کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے جسم میں سینکڑوں سوراخ ہو گئے ہوں۔ مگر اس کے رینگنے کی رفتار میں کوئی کمی نہ آئی اور وہ ایک چٹان کے پیچھے پہنچ گیا۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ کوئی گولی اس کے جسم سے نہ ٹکرائی تھی بلکہ اس کے ارد گرد گولیوں کی بارش ہوئی تھی اور پتھروں کے ریزے جب اس سے ٹکرائے تو اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے

گولیاں لگ رہی ہوں۔ چٹان کے پیچھے چھپ کر وہ مردہ چھپکلی کی طرح ساکت ہو گیا۔ ڈریکولا اور شہزاد نے بھی دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن کار کا وہ حصہ بری طرح پچک گیا تھا اس لئے دروازہ کھلنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اور پھر بہت سے قدموں کی آوازیں نیچے آتی سنائی دیں اور ڈریکولا اور شہزاد اپنی جگہ پر ساکت ہو گئے۔ وہ بری طرح پھنس گئے تھے۔

شہریار اور فیصل بدستور بیہوش پڑے ہوئے تھے۔

چند لمحوں بعد تین آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نیچے کار کے قریب پہنچ گئے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں طاقتور ٹارچ تھی۔

"دیکھو کار کے اندر دیکھو! اگر کوئی زندہ دکھائی دے تو کار کے اندر مشین گن کی نال کر کے فائر کھول دو۔" ایک چیختی ہوئی

آواز سنائی دی۔

اور پھر ٹارچ والے نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن چٹان کے ساتھ رکھی اور گھٹنے کے بل جھک کر ٹارچ کا رخ کار کے اندر کی طرف کیا۔

جس چٹان کے ساتھ اس نے مشین گن رکھی تھی اسی چٹان کے پیچھے رضا کاشانی پڑا ہوا تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے مشین گن اٹھا لی۔ باقی دونوں افراد کی توجہ بھی چونکہ کار کی طرف ہی تھی اس لئے وہ بھی مشین گن کو غائب ہوتے نہ دیکھ سکے۔ اور شاید ان میں سے کسی کو بھی اس بات کا تصور تک نہ تھا کہ بم زدہ کار اتنے گہرے گڑھے میں گرنے کے بعد بھی اس میں سے نہ صرف کوئی آدمی زندہ بچ سکتا ہے بلکہ باہر بھی نکل سکتا ہے۔

"اندر چار افراد بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ایک سیٹ خالی ہے" ٹارچ والے نے بیٹھے بیٹھے کمنٹری کرتے ہوئے کہا۔

"بیہوش پڑے ہوئے ہیں تو فوراً فائر کھول دو" قریب کھڑے آدمی نے بڑے سپاٹ لہجے میں چیختے ہوئے کہا اور دوسرا مشین گن بردار تیزی سے نیچے کو جھکنے لگا مگر اسی لمحے رضا کاشانی اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ تینوں سنبھلتے رضا کاشانی نے ہاتھ میں پکڑی مشین گن کا فائر کھول دیا اور تڑتڑاہٹ کی تیز آواز میں تین چیخیں گونج اٹھیں۔ ان تینوں کو پلٹ کر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا اور وہ گولیاں کھا کر کٹے ہوئے درختوں کی طرح زمین پر گرتے چلے گئے۔ ایک گولی نے شاید ٹارچ کو بھی نشانہ بنالیا تھا۔ کیونکہ گولیاں چلتے ہی وہاں گھپ اندھیرا چھا گیا۔

"باہر نکلو جلدی" رضا کاشانی نے آگے بڑھ کر چیختے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد شہزاد کھلے دروازے سے باہر آگیا۔ اس کے بعد فیصل کو باہر نکالا گیا اور پھر شہریار کو بھی ڈریکولا نے باہر دھکیل دیا۔ آخر میں

ذریکولا بھی باہر آگیا۔

"ایش! کیا ہو رہا ہے؟" اچانک سڑک پر سے کسی نے چیخ کر پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" رضا کاشانی نے چیختی ہوئی آواز میں جواب دیا جس نے فائر کرنے کا حکم دیا تھا۔

"کیا سب ہلاک ہو گئے؟ مارچ کیوں بجھا دی ہے؟" اسی آواز نے تحکمانہ لہجے میں سوال کیا۔

"مارچ نیچے گر گئی ہے۔ یہ سب ہلاک ہو گئے ہیں۔" رضا کاشانی نے جواب دیا۔

"تو اوپر آؤ جلدی۔" اسی آواز نے کہا اور پھر وہ آواز پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

"تم میں سے کوئی زخمی تو نہیں؟" رضا کاشانی نے پوچھا۔

"بس فیصل اور شہریار بیہوش ہیں اور شاید زخمی بھی ہوں۔" شہزاد نے جواب دیا۔

"تم ان دونوں کو اٹھا کر آگے بڑھ جاؤ۔ میں اوپر جا رہا ہوں۔" رضا کاشانی نے سرگوشیانہ

لہجے میں کہا اور پھر وہ مشین گن اٹھائے تیزی سے اوپر سڑک کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ سڑک کے کنارے پر پہنچ کر اس نے اپنا رخ بدل لیا اور وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اس گڑھے سے باہر نکل آیا اور پھر اس نے سڑک پر قدم رکھ دیئے۔ اسے دائیں طرف ایک کار کھڑی نظر آئی۔ کار کے قریب ہی ایک بڑی سی سٹیشن ویگن بھی موجود تھی۔ سٹیشن ویگن کے قریب ایک آدمی بڑے چوکنے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔

رضا کاشانی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ اس آدمی کی طرف کیا مگر اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا، اچانک سٹیشن ویگن کی سائیڈ کا دروازہ کھلا اور ایک اور آدمی اچھل کر نیچے اتر آیا اور وہ دونوں تیزی سے سڑک کے کنارے والے گڑھے کی طرف بڑھ گئے۔ اسی طرف بڑھنے کی وجہ سے وہ دوسری کار کی آڑ میں ہو گئے تھے۔

رضا کاشانی نے فائر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

"ایں! کیا بات ہے اوپر کیوں نہیں آرہے؟" کار کی دوسری طرف سے اسی آواز نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر نیچے کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔

اتنی دیر میں رضا کاشانی سٹیشن ویگن کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ دونوں آدمی ابھی تک کار کی آڑ میں تھے۔ ان تک پہنچنے کا مطلب تھا کہ رضا کاشانی کار کی دوسری طرف مڑ کر جاتا۔ اور پھر رضا کاشانی نے ایک اور تجویز سوچ لی۔ وہ تیزی سے سٹیشن ویگن کے کھلے دروازے کی طرف مڑا۔ اور جھپٹ کر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے ویگن کا انجن غرا اٹھا۔

"ارے! یہ سٹیشن ویگن میں کون ہے؟" اچانک کار کی دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کسی نے کہا۔ اور پھر اس سے

چلے کر وہ کار کی سائیڈ سے نکل کر سٹیشن ویگن کی طرف آئے، سٹیشن ویگن ایک زور دار جھٹکے سے پیچھے مڑی اور ایک دھماکے سے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی کار سے ٹکرا گئی۔ کار اس کا دھکا لگتے ہی اچھلی اور پھر وہ بھی اس گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی دو کربناک چیخیں ابھریں جو گہرائی میں گم ہوتی چلی گئیں۔

رضا کاشانی نے سٹیشن ویگن روک لی اور پھر نیچے اتر کر سڑک کے کنارے پر آیا۔ دوسری کار عین رضا کاشانی کی اپنی کار سے جا ٹکرائی اور پھر دونوں کاریں ایک دوسرے سے ٹکرا کر اور نیچے گرتی چلی گئیں اور چند لمحوں بعد ان میں آگ کا فوارہ سا پھوٹا اور ارد گرد کا ماحول روشن ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دو خوفناک دھماکے ہوئے۔ دونوں کاروں کی پٹرول ٹینکیاں پھٹ گئی تھیں۔ دھماکوں کی بازگشت کافی دیر تک فضا میں گونجتی رہی۔ پھر ہر طرف سکوت طاری ہو گیا۔

"شہزاد! میں رضا بول رہا ہوں۔ کہاں ہو تم؟ اوپر آ جاؤ میدان صاف ہے" رضا کاشانی نے سکوت طاری ہوتے ہی چیخ کر کہا۔

"ہم آرہے ہیں" دائیں طرف کی گہرائی سے شہزاد کی آواز سنائی دی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انتہائی دائیں طرف سے دو ہیولے اُبھرے۔ یہ شہزاد اور ڈریگولا تھے۔ شہزاد نے فیصل کو اٹھایا ہوا تھا جبکہ ڈریگولا کے کندھے پر شہریار لدا ہوا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ سب سٹیشن ویگن میں سوار ہوگئے اور رضا نے ویگن تیزی سے آگے بڑھا دی۔

"خوامخواہ کھانے کو دیر ہوگئی" شہزاد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور رضا کاشانی نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

کراس والی کار جیسے ہی سائیڈ میں چھپی ہوئی ایمن کی کار کے قریب پہنچی، ایمن کی کار آندھی اور طوفان کی طرح سڑک پر آئی اور پھر ایمن کی کار میں سے ایک ہاتھ باہر نکلا اور دوسرے لمحے خوفناک ہینڈ گرینیڈ کراس والی کار کی سائیڈ پر لگا اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور کراس والی کار قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے ایک گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

"وہ مارا! اب یہ بچ کر کہاں جاسکتے ہیں" خسرو نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا اور پھر

اس نے سٹیشن ویگن تیزی سے آگے بڑھا دی۔

واقعی! اس بار یہ لوگ یقیناً ختم ہو چکے ہیں؟ مسلم اصفہانی نے ڈھیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اُسے شاید دل ہی دل میں افسوس ہو رہا تھا کہ جن لوگوں کے خاتمہ کے لئے اس نے اتنی بے پناہ کوششیں کیں لیکن ناکام رہا۔ وہ خسرو کے پہلے ہی سادہ سے حملے میں مارے گئے۔

امین والی کار سڑک کے کنارے رک گئی تھی اور جب سٹیشن ویگن امین والی کار کے قریب پہنچی تو کار میں سے امین سمیت دو افراد نکل کر تیزی سے گہرائی میں اترتے چلے گئے۔ انہوں نے مشین گنیں سنبھال رکھی تھیں۔ اور ایک کے ہاتھ میں طاقتور ٹارچ تھی۔ خسرو اور مسلم اصفہانی سٹیشن ویگن سے نکل کر سڑک کے کنارے پر جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔

نیچے کافی گہرائی میں کار کا ہیولا سا نظر

آ رہا تھا۔

کار ایک بڑی سی چٹان سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔

اسی لمحے نیچے جاتے ہوئے امین کے ساتھی نے ٹارچ روشن کر کے کار پر ڈالی اور پھر امین اور اس کے دوسرے ساتھی نے کار پر فائر کھول دیا۔ وہ شاید نیچے جانے سے پہلے ان لوگوں کی طرف سے کسی بھی خطرے کا ہر امکان ختم کر دینا چاہتے تھے۔

ایک لمحے تک مسلسل فائرنگ کرنے کے بعد انہوں نے ٹریگر چھوڑ دیئے اور پھر تیزی سے نیچے اترتے چلے گئے۔

ٹارچ کی روشنی میں خسرو اور مسلم اصفہانی کو وہ نیچے اترتے نظر آ رہے تھے۔ اور پھر کار کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ ان میں سے ٹارچ والے نے جھک کر ٹارچ کی روشنی کار کے اندر ڈالی۔ باقی دو افراد مشین گنیں اٹھائے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

اسی لمحے اچانک ایک مشین گن کی مسلسل تڑتڑاہٹ سنائی دی اور اچانک نیچے گہرا اندھیرا چھا گیا۔ ٹارچ بجھ گئی تھی۔

"یہ ٹارچ کیوں بجھ گئی ہے؟" خسرو نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے مسلم اصفہانی سے کہا۔

"ہوسکتا ہے ٹارچ ہاتھ سے گر گئی ہو۔" مسلم اصفہانی نے جواب دیا۔

"امین! کیا ہو رہا ہے؟" خسرو نے چیخ کر کہا۔ اسے فائرنگ کے بعد ٹارچ کا اچانک بجھ جانا کچھ عجیب سا لگا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" جواب میں امین کی آواز سنائی دی۔

اور خسرو نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

"کیا سب ہلاک ہوگئے ہیں؟ ٹارچ کیوں بجھا دی ہے؟" خسرو نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"ٹارچ نیچے گر گئی ہے۔ اور یہ سب

ہلاک ہوگئے ہیں۔" نیچے سے امین کی آواز سنائی دی۔

"تو اوپر آؤ جلدی۔" خسرو نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپس سٹیشن ویگن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مسلم اصفہانی بھی اس کے ساتھ تھا۔

"دیکھا مسلم اصفہانی! اس کو کہتے ہیں کارگزاری۔ کتنی آسانی سے سب ختم ہوگئے۔ اب میں پانچواں بڑا بن جاؤں گا۔" خسرو کے لہجے میں بے پناہ مسرت تھی۔

"ہاں میرے دوست! تم واقعی بے حد خوش قسمت ہو۔ بے حد خوش قسمت۔ جنہیں میں اور چار بڑے اتنے زبردست انتظامات کے باوجود نہ ختم کر سکے۔ انہیں تم نے ایک سادہ سے حملے میں مار گرایا ہے۔" مسلم اصفہانی نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور پھر اچھل کر سٹیشن ویگن میں بیٹھ گیا۔ شاید بے پناہ مایوسی کی وجہ سے اس میں اب کھڑے رہنے کی سکت بھی باقی نہ رہ گئی تھی۔

"خوش قسمتی کی بات نہیں۔ یہ سب کچھ ذہنی صلاحیتوں پر منحصر ہے۔ اب دیکھو میں نے کیا جامع پروگرام بنایا تھا۔ اوّل تو مجھے یقین تھا کہ امین ہی کار کو اڑا دے گا اور ہوا بھی ایسے ہی۔ لیکن اگر کسی بھی طرح کار امین کے ہاتھوں بچ نکلتی تو آگے میں تیار کھڑا تھا۔" خسرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں! اب تم جو بھی کہو سب ٹھیک ہے۔ مگر امین اور اس کے ساتھی ابھی تک اوپر کیوں نہیں آئے۔ مجھے کوئی گڑبڑ لگتی ہے۔" مسلم اصفہانی نے کہا۔

"گڑبڑ، کیسی گڑبڑ؟ کوئی گڑبڑ نہیں ہو سکتی۔ آؤ دیکھتے ہیں۔" خسرو نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر مسلم اصفہانی تیزی سے سٹیشن ویگن سے نیچے اتر آیا اور وہ دونوں تیزی سے سڑک کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اب سٹیشن ویگن اور امین والی کار ان کے بائیں ہاتھ پر تھیں۔ وہ دونوں سڑک پر گھٹنوں کے بل جھک گئے۔

"امین! کیا بات ہے اوپر کیوں نہیں آئے؟" خسرو نے چیختے ہوئے پوچھا۔ لیکن نیچے گہرا سکوت طاری تھا۔ خسرو کو صرف اپنی آواز کی بازگشت ہی سنائی دے رہی تھی۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔" مسلم اصفہانی نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی خوشی کا تاثر موجود تھا۔

"گڑبڑ کیسے ہو سکتی ہے؟" خسرو نے پریشان لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے مسلم اصفہانی کے کانوں میں سٹیشن ویگن کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ سٹیشن ویگن میں کون ہے؟" مسلم اصفہانی نے چونکتے ہوئے کہا اور خسرو بھی چونک کر سیدھا ہو گیا اور پھر وہ جیسے ہی سیدھے ہوئے انہوں نے سٹیشن ویگن کو انتہائی تیز رفتاری سے بیک ہوتے دیکھا۔

"سنبھلو۔" خسرو نے بے اختیار کہا مگر دوسرے

لمحے سٹیشن ویگن کا پچھلا حصہ پوری قوت سے امین والی کار سے ٹکرایا اور امین والی کار اچھل کر ان دونوں سے ٹکرائی جو کار کے ساتھ ہی کھڑے تھے اور ان دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے ان کو فضا میں اچھال دیا ہو۔ ان کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلیں اور پھر ان کے جسم فضا میں تیرتے ہوئے نیچے گہرائی میں گرتے چلے گئے۔

ختم شد



ٹارزن کا انتہائی دلچسپ کارنامہ

ٹارزن اور شیطان محل

مصنف ظہیر احمد

ساماتش جو بڑے شیطان کا پجاری تھا اور ٹارزن کو شیطان بنانا چاہتا تھا۔

ساماتش جو ٹارزن کو انتہائی مہارت سے شیطان محل میں لے گیا۔

ٹارزن جس کا سارا جنگل دشمن ہو گیا۔ حتیٰ کہ جانوروں نے بھی بغاوت کر دی۔

منگو ٹارزن کا دوست، بندر، جو ٹارزن کی جان کا دشمن ہو گیا اور اس نے ٹارزن کو ہلاک کرنے کی دھمکی دے ڈالی۔ کیوں؟

ٹارزن جو کھانے کے لئے پھل پکڑتا وہ جل کر راکھ ہو جاتا۔ وہ پانی پینے لگتا مگر پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا۔

وہ لمحہ جب ٹارزن نے شیطان بننا قبول کر لیا۔

ایک حیرت انگیز سنسنی خیز اور حیران کر دینے والی کہانی
جسے آپ بے حد پسند کریں گے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ



عمرو عیار کی ایک جان لیوا مہم

خاص نمبر

جادوگر عمرو عیار

مصنف

ظہیر احمد

شہزادی ساگن تارا ایک خوفناک جن زادی۔ جس کا باپ جنوں کا بادشاہ تھا۔

سرخ ہڈی جس کے حصول کے لئے عمرو عیار اور شہزادی ساگن تارا دونوں ہی کوشش کر رہے تھے۔

سرخ ہڈی جس کے حصول کے لئے عمرو عیار کو شیطانی وادی کے انتہائی ہولناک مرحلوں سے گزرنا پڑا۔

کالی چڑیل جس نے شہزادی ساگن تارا کی مدد کرنا چاہی مگر عمرو عیار نے شہزادی ساگن تارا کو اپنی زنبیل میں قید کر لیا۔ کیسے؟

سرخ ہڈی جس نے عمرو عیار کو جادوگر بنا دیا۔ دنیا کا سب سے بڑا جادوگر۔ مگر زنبیل نے سرخ ہڈی کو لینے سے انکار کر دیا —— پھر کیا ہوا؟

جادو طلسم کے خوفناک مراحل میں عمرو عیار کا شاندار کارنامہ

★★★ ایک یادگار کہانی جو آپ کو مدتوں یاد رہے گی ★★★

برادرز پاک گیٹ ملتان